ادھار چیز زیادہ قیمت پر بیچنے کی شرعی حیثیت

مولانا محمد طاسین کی تحریر کے جواب میں

استفتاء ! بخدمت گرامی استاد محترم حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گذارش یہ ہے کہ الحق اکوڑہ خٹک بابت رجب ۱۴۱۲ھ دسمبر ۱۹۹۱ء میں حضرت مولانا طاسین صاحب مدظلہ کا ایک مضمون آیا ہے جس میں انہوں نے بیع نقد اور نسیہ میں قیمت کے فرق کو ناجائز قرار دیا ہے اور حرام تک سے تعبیر کیا ہے حالانکہ ہمارے اکابرین اسے جائز قرار دیتے رہے ہیں جیسا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی امدادیہ میں، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے امداد المفتین میں، حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ نے احسن الفتاوی میں اور مفتی کل ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کا فتوی کفایت المفتی میں ہے۔

ان سب حضرات نے اس کو جائز قرار دیا ہے ـــــ آپ صحیح صورت حال سے مطلع فرماویں کہ ان دو باتوں میں تعارض ہے یا نہیں اگر ہے تو کس کو صحیح سمجھا جائے اور پوچھنے والوں کو کیا بتلایا جائے ـــــ اگر اجازت ہو تو آپ کا جواب تطبیق یا ترجیح کا الحق کو بھیج دوں ـــــ بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ الحق بھی مولانا طاسین صاحب کی رائے کی تائید میں ہے کیونکہ اس نے بلاکسی نکیر کے اس کو شائع کیا ہے[1]

حافظ عبدالقیوم حقانی خطیب جامع مسجد لوہاراں - کلاچی　　۲۸ رجب ۱۴۱۲ھ

الجواب ! دونوں فتووں میں تعارض ظاہر ہے ـــــ اکابر علماء مذکورین فی السوال کے فتوی کو غلط سمجھنے کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے حضرت مولانا طاسین صاحب کا مضمون الحق میں ادھورا ہے میثاق میں غالبًا مکمل ہے اور مجھے کسی صاحب نے آپ کے مضمون کا عکس فوٹوسٹیٹ بھی بھیجا ہے مولانا نے اپنے مضمون میں دو باتیں فرمائی ہیں۔ میں مختصرًا ان پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں پہلی بات یہ کہ جواز کا فتوی دینے والوں کے پاس دلیل ہدایہ اور مبسوط کی یہ عبارت ہے **الا تری انہ یزاد الثمن لاجل الاجل** ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ

---

[1] الحق نے گذشتہ پرچہ میں زیر بحث مضمون کے آغاز میں ادارتی کالم میں اس کی توضیح کر دی ہے۔ (ادارہ)

یہ معاملہ جائز بھی ہے انہوں نے مرابحہ کی بحث میں صرف لوگوں کی عادت کا ذکر کر دیا ہے اس کو جائز کہنے کی بات نہیں کی ——— دوسری بات یہ کہ جائز کہنے والوں کے پاس قرآن وسنت کی کوئی دلیل تو نہیں کسی مجتہد کا قول بھی نہیں ———

اس ناکارہ کے ناتمام مطالعہ کے مطابق حضرت مولانا کی یہ دونوں باتیں محل نظر ہیں آپ کا یہ فرمانا کہ علامہ سرخسیؒ نے صرف لوگوں کی عادت کا ذکر کیا ہے خود اسے جائز نہیں فرمایا اس کے لیے ناظرین کو مبسوط سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کے جلد ۱۳ صفحہ ۸ کو ملاحظہ فرمالینا چاہیئے عبارت یہ ہے۔

واذا عقد العقد علی انہ الی اجل کذا بکذا وبالنقد بکذا اوقال الی شہر بکذا والی شہرین بکذا وھو فاسد لانہ لم یعاملہ علی ثمن معلوم ولنہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن شرطین فی بیع وھذا ھو تفسیر الشرطین فی بیع ———

یعنی جب عقد اس طرح کیا جائے کہ اجل پر قیمت اتنی ہے اور نقد پر اتنی یا ایک مہینہ کا اجل ہو تو قیمت اتنی اور دو ماہ کا اجل ہو تو قیمت اتنی تو یہ عقد فاسد ہوگا اور فاسد اس لیے ہوگا کہ معاملہ میں ثمن معلوم نہ ہوسکا تردد میں چھوڑ دیا اور اس لیے بھی فاسد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع میں شرطین سے منع فرمایا ہے اور شرطین فی بیع کے یہی معنی ہیں۔ (یعنی ثمن یا مبیعہ میں تردد)

آپ نے دیکھا کہ اس صورت کے فساد کی وجہ علامہ سرخسیؒ نے تردد فی الثمن کو کہا ہے جو اصول بیع کے بھی خلاف ہے اور نص صریح کے بھی۔ علامہ سرخسیؒ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ صورت چونکہ ربوالنسیۃ میں داخل ہے اس لیے فاسد ہے ——— اس پر بھی اگر اطمینان نہیں تو علامہ سرخسیؒ کی اس کے ساتھ متصل یہ صریح عبارت بھی پڑھ لیجئے فرماتے ہیں ——— وھذا اذا افترقا علی ھذا فان کان یتراضیان بینھما ولم یتفرقا حتی قاطعہ علی ثمن معلوم واتما العقد فھو جائز لانھما ما افترقا الا بعد تمام شرط صحۃ العقد ——— یعنی فساد اس صورت کا اس وقت ہے کہ جبکہ بائع اور مشتری اسی متردد انہ حالت میں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ لیکن اگر وہ دونوں راضی ہو گئے اور جدا ہونے سے پہلے پہلے ثمن معلوم کر لیا اور عقد کو اتمام تک پہنچا دیا (یعنی ایک ہی صورت اجل والی یا نقد والی متعین کر لی) تو پھر یہ عقد جائز ہے کیونکہ اب بائع اور مشتری صحت عقد کی شرط کو پورا کر کے آپس میں جدا ہو گئے ہیں ——— تو ایسی صورت میں نہ تو بیع کے عام اصول کی خلاف ورزی ہوئی کہ نہ ثمن مجہول ہے اور نہ مبیع اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی خلاف ورزی ہوئی کیونکہ شرطین فی بیع کے معنی علامہ سرخسیؒ نے یہی بیان فرمائے کہ ثمن وغیرہ میں یہ تردد ہو یا یہ یا وہ۔ جیسا کہ انہوں نے فرمایا وھذا ھو الشرطین فی بیع۔ اب آپ خود ہی فرمائیں کہ مولانا کی اس تاویل میں کتنی جان ہے کہ علامہ سرخسیؒ نے لوگوں کی عادت کا ذکر کیا ہے کہ جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

ادھار چیز

دوسری بات کہ مجوزین کے پاس کسی مجتہد کا قول بھی نہیں ہے (اس سے اتنا تو بہر حال معلوم ہوا کہ حضرت مولانا کے نزدیک غیر مجتہد کے لیے جیسے کہ ہم سب ہیں مجتہد کا قول بھی دلیل شرعی ہے) تو اس کے لیے کتاب الاصل المعروف بالمبسوط کا صفحہ ۱۹۱ ج ۵ ملاحظہ فرمائیں یہ واضح رہے کہ کتاب کی لوح پر یہ عبارت درج ہے اور جس میں غالباً کسی کا اختلاف بھی نہیں ہے۔

كتاب الاصل المعروف بالمبسوط

للامام الحافظ المجتهد الرّبانی ابی عبدالله محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ، آپ فرماتے ہیں۔ واذا باع الرجل بيعًا فقال هو بالنسيه بكذا وبالنقد بكذا اكذا اوقال الى اجل كذا بكذا وكذا فافترقا على هذا فانه لا يجوز بلغنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه نهى عن شرطين فى بيعٍ قال محمّد حدثنا بذالك ابوحنيفہؒ رفعه الى النبى صلى الله عليه وسلم — یعنی جب اس طرح کوئی بیع کرے کہ قرض پر اتنی قیمت ہے اور نقد پر اتنی یا ایک ماہ کی مدت پر اس کی قیمت یہ ہے اور دو ماہ کی مہلت پر قیمت وہ ہے اور پھر تردد کی حالت میں بائع اور مشتری ایک دوسرے سے جدا ہو جاویں تو یہ بیع ناجائز ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع میں شرطین سے منع فرمایا ہے۔ یعنی ثمن وغیرہ کا تردد جیسا کہ شرح سرخسیؒ سے پہلے گذر چکا ہے — کتاب الاصل کی یہ عبارت اس لیے نقل کی گئی تاکہ ناظرین کو یہ معلوم ہو کہ زیر بحث صورت کو جائز کہنے والوں کے پاس کسی مجتہد کا قول ہے یا نہیں، باقی رہے وہ بہت سے دلائل اور کثیر عبارتیں جو آپ نے اپنے مضمون میں تحریر فرمائی ہیں تو ان کی تفصیل میں گئے بغیر اتنا عرض ہے کہ مولانا کے خیال میں زیر بحث صورت ربا النسیۃ میں داخل ہے اور مجوزین کے نزدیک جن میں صاحب ہدایہ اور صاحب مبسوط سرخسیؒ اور خود مجتہد ربانی امام محمد شیبانیؒ شامل ہیں یہ صورت ربوا النسیۃ میں داخل نہیں ورنہ اس کے عدم جواز کو صورت تردد تک محدود نہ رکھتے تعیین صورت یا نقد یا نسیہ پر جواز کا فتویٰ نہ دیتے اور صاف فرما دیتے کہ یہ صورت ربوا النسیۃ کی ہے اور اس لیے حرام ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اجل ایک وصف ہے اور وصف کا نہ کوئی عوض دیا جا سکتا ہے نہ لیا جا سکتا ہے لیکن وصف مرغوب کی وجہ سے قیمت بڑھ سکتی ہے اور نامرغوب کی وجہ سے قیمت گھٹ جاتی ہے دیکھیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اصول بتا دیا کہ جيدها ورديها سواءٌ جیّد اور ردّی کا مقابلہ ہو بھی تو برابر برابر لینا ہوگا جودت کے عوض میں زیادتی نہ دے سکتے ہو نہ ہی لے سکتے ہو بہترین کھجور کے ایک سیر کے بدلہ میں معمولی کھجور کے دو سیر دینے سے منع فرما دیا کیونکہ اس میں سیر کے بدلے سیر آجاتا اور دوسرا سیر وصف جودت کے عوض میں لیا جاتا جو کہ ناجائز ہے۔ لیکن خود ہی حیلہ کی یہ صورت بتلا دی کہ ردّی کو کم قیمت پر بیچ ڈالو بجائے ایک سیر کے دو سیر فروخت کر دو اور

پھر بہتر کھجور کو زیادہ قیمت سے لے لو۔ تو بہتر کھجور کی قیمت کا اضافہ کیا اس وصف مرغوب کی وجہ سے نہیں ہے اس عقلی اور فطری بات کا انکار آخر کون کر سکتا ہے کہ مرغوب چیز کی قیمت بمقابلہ نامرغوب کے زیادہ ہوگی اس کے باوجود یہ صورت جائز نہیں کہ ایک سیر بہتر کھجور کے بدلہ معمولی کھجور کا ایک سیر تو سیر کے مقابلہ میں ہو اور دوسرا سیر جودت کے مقابلہ میں ہو اور اسی طرح یہ بھی ناجائز ہے کہ بہتر کھجور والے کو معمولی کھجور کا ایک سیر اور مثلاً ایک روپیہ ساتھ دیدیا جاتے کیونکہ اس صورت میں یہ روپیہ یا یہ دوسرا سیر وصف کے عوض ثابت ہوگا۔ اور وصف کا عوض لینا جائز نہیں لیکن بہتر کھجور کو عام کھجوروں کے نرخ سے زیادہ قیمت پر خریدنا بالکل جائز ہے حالانکہ یہاں بھی قیمت کی زیادتی وصف کی وجہ سے ہے نہ کہ کسی اور وجہ سے — یہی معاملہ ہے اجل کا بھی — کہ نفس اجل کا عوض لینا ناجائز ہے لیکن بوجہ اجل کے قیمت کا بڑھ جانا فطری اور عقلی بات ہے اور شریعت نے اس کو منع نہیں فرمایا جیسا حضور نے وصف کے متعلق فرمایا کہ بہتر کھجور کو زیادہ قیمت سے خرید لیا کرو۔ اسی کو فقہاء اسلام نے فرمایا ان الاجل لا یقابله الثمن اور وانّ الثمن یزاد لاجل الاجل۔ نفس اجل پر عوض لینے کی وہی صورت ہے جو آپ کی عبارات میں بھی ہے اور جس کو ربوا النسیئة میں بیان فرمایا گیا ہے کہ عقد ہوا اس پر کہ ایک ماہ کے بعد اس مبیعہ کا ایک روپیہ دیدو اور جب مشتری نے ایک ماہ کے بعد روپیہ نہیں دیا تو کہا کہ چلو دوسری پہلی پر دیدو لیکن چار آنہ بڑھا کہ تو یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ اجل ہی کو بیچا گیا۔ لیکن اجل ایک وصف مرغوب ہے کہ مشتری کو فوری رقم نہیں دینی پڑتی آسانی سے کام چلا لیتا ہے ہاں جنس اور قدر ایک ہونے کی صورت میں اس آسانی سے کام چلانے کا اعتبار نہیں کیونکہ اموال ربویہ ہیں اور نص کے خلاف اس لیے اس کی قیمت بڑھ گئی جیسے جید کھجور کی قیمت بوجہ جودت کے بڑھ گئی — حالانکہ صرف جودت کا عوض نہ اپنے جنس سے دی جا سکتی تھی نہ غیر جنس سے جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں۔

بہرحال فقہاء کرام حتی کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیر بحث صورت ربوا النسیئة میں داخل نہیں بلکہ اس مسئلہ میں اب مولانا کے ہم خیال حضرت مولانا مفتی سیاح الدین صاحب مرحوم جن کا اسی مسئلہ پہ مضمون جنوری کے حکمۃ قرآن میں چھپا ہے اور انہوں نے بہت سی وہی عبارتیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے جو کہ مولانا کے مضمون میں ہیں کہ۔

سود سے اس بیع مؤجل کا فرق دو وجہوں سے ہے کہ یہ دین پر اضافہ نہیں بلکہ شروع ہی سے ثمن مہنگا بتلا دیتا ہے نیز مدت بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس زیادتی میں اضافہ نہیں ہوتا۔ پھر آگے دیکھا کہ یہ زیر بحث اگرچہ عین ربوٰ تو نہیں مگر یہاں بھی ذہنیت وہی سودخوارانہ ہے پھر کہتے ہیں یہ مقصد اور مفاسد کے لحاظ سے ایک حرام حیلہ ہے یا اگر نرم الفاظ استعمال کئے جاویں تو مکروہ اور شریعت اسلامی کے اصل مزاج کے خلاف ایک حیلہ ہے

(اگر حضرت مفتی صاحب مرحوم بقید حیات ہوتے تو ان سے اسلام کے اصل مزاج اور غیر اصل مزاج کا فرق دریافت کیا جاتا) بہر حال مفتی صاحب کے نزدیک بھی ان عبارات سے مسئلہ زیر بحث یقینی طور پر ثابت نہیں کیونکہ ربوا النسیۃ اور اس صورت میں دو وجہوں سے فرق ہے ربوا النسیۃ عین سود ہے جبکہ یہ عین سود نہیں اس کو حرام کہنے کی جگہ مکروہ کہنے کی گنجائش ہے۔

باقی رہی یہ جذباتی بات کہ اس سے مجبور لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے تو گذارش یہ ہے کہ اگر ضروریات زندگی کی چیزیں مثلاً خورد و نوش کی اشیاء علاج و دوا کی چیزیں ستر پوشی کا عام لباس حتیٰ کہ جانوروں کا چارہ اور گھاس وغیرہ کمیاب ہونے کی وجہ سے مہنگے داموں بیچی جائیں تو وہ یقیناً حرام اور عذاب الٰہی کا باعث ہے — مگر اس میں نہ تو مؤجل اور معجل کا فرق ہے نقد کی صورت میں ایسا کرے تو بھی گناہ کبیرہ اور اجل کی صورت میں ایسا کرے تو بھی عذاب الٰہی کا مستحق اور نہ بایں معنیٰ کہ وہ بیع ہی نہیں ہوتی۔ بیع ہو گئی طے شدہ دام دینے پڑیں گے ہاں بوقت ضرورت حکومت تسعیر سے کام لے سکتی ہے اور اس کی مخالفت پر تعزیر کا حق بھی رکھتی ہے۔ مگر اس سے زیر بحث مسئلہ کو مطلقاً حرام کہنا سود کہنا اور بار بار قطعی حرام کہنا مناسب نہیں اس سے یا تو تمام فقہاء مجوزین اور ان کے متبعین کی تجہیل لازم آتی ہے یا تفسیق جو کسی طرح بھی اخلاف صالحین کے شایان شان نہیں۔ تجہیل اس لیے کہ یہ روایات اور عبارات عام معروف ہیں اور یقیناً ان کے پیش نظر ہوں گی اور تفسیق اس صورت میں کہ جان بوجھ کر ان سے چشم پوشی کی اور لوگوں کو غلط راستہ پر ڈالا۔ اس طرح بے باکی سے اخلاف اگر اسلاف کو بدنام کرتے رہے تو نفاذ اسلام شریعت کا خواب شرمندہ تعبیر ہونے سے رہا والامر بید اللہ، علاوہ ازیں یہ کاروبار، قرض مال خریدنا ہمیشہ مجبوری سے ہی نہیں ہوتا بلکہ زیادہ تر صورتیں ایسی ہیں کہ کاروباری لوگ کاروبار بڑھانے کے لیے ایسا کرتے ہیں تو ایسے میں ظاہر ہے کہ گناہ بھی نہیں اسی طرح وہ اشیاء جو صرف عیاشی کے لیے خریدی جاتی ہیں یا زیادہ سہولت کے لیے ان کو گراں قیمت پر دینے میں بھی کوئی قباحت معلوم ہوتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

الحق کو بھیجنے میں کوئی حرج نہیں باقی ان کا خیال تو ان کو ہی معلوم ہوگا شاید تکمیل مضمون کے بعد کوئی تائید یا ترمیم و تردید لکھیں۔ بہتر ہے کہ حکمۃ قرآن لاہور کو بھی بھیج دیا جاوے کیونکہ انہوں نے اس پر مختلف مقالات شائع کرنے کی پیشکش کی ہے۔